بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز ـــــ مردِ قلندر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ

فیا اسفاہ! وامصیبتاہ!

جمیعۃ علماء اسلام کے امیر عالمِ اسلام کی ممتاز علمی و دینی سیاسی اور روحانی شخصیت عارف باللہ جامع شریعت و طریقت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے علوم و افکار کے وارث اور ان کے مشن کے علمبردار قائد قافلہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ بھی طویل علالت کے بعد بالآخر ۲۸ اگست ۱۹۹۴ء کو امت کو داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کے سانحہ ارتحال کی خبر جوں ہی دارالعلوم پہنچی تو صفِ ماتم بچھ گئی اور سناٹا چھا گیا سب نے اپنے آپ کو یتیم محسوس کیا۔ اساتذہ و طلبہ افسردہ ہوئے۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سفر پر تھے اپنے تمام پروگرام منسوخ کرکے حضرتؒ کے جنازہ میں شرکت کے لیے خانپور روانہ ہوگئے، اساتذہ اور طلبہ کے قافلے بھی جنازہ میں شرکت کے لیے عازم خانپور ہوتے رہے جو باقی رہے وہ مسلسل تلاوت اور اذکار اور ایصال ثواب و دعائے مغفرت میں مصروف رہے۔

حضرت درخواستیؒ اس دور کی عظیم المرتبت اور مقبول ترین ہستی تھے علم و عمل اور ظاہر و باطن اور دینی و اجتماعی میدان کے مہر عالمتاب تھے، وہ بدیع الزمان، نادرۃ العصر اور یکتائے روزگار تھے، متنوع کمالات و باطنی مقامات، بے شمار محاسنِ اعمال اور بے انتہاء بلند اخلاق و کردار کے لحاظ سے بالکل منفرد اور بے مثال تھے، علم و اخلاق، تزکیہ نفس اور روحانیت و سیاست کی مرکزی شخصیت تھے، ان کی ذات گرامی بلا امتیاز خواص و عوام کا مرجع تھی ایک صدی سے بھی زائد کی دینی مذہبی قومی و ملی اور سیاسی تاریخ حضرتؒ سے وابستہ ہے ان کے سانحہ ارتحال سے گویا ایک صدی کا ورق الٹ گیا ہے ان کے مجاہدانہ کارنامے قربانیاں، درس و تدریس تعلیم و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت کی زریں خدمات اظہر من الشمس ہیں ان کی ایک زندگی میں بہت سی زندگیاں جمع ہوگئی تھیں، وہ ان ابراہیم کان امۃ کی مکمل شرح اور تفسیر تھے ایثار و قربانی کا مجسم پیکر اور "خلق عظیم" کا مظہر تھے جامعیتِ علوم، زہد و تقویٰ اور مجاہدانہ عزم و عمل ان

کی زندگی کا طرۂ امتیاز خصوصیات نفیس اسلاف کے صحیح جانشین اور یادگار تھے دین وسیاست کے ہر میدان میں رہبرانہ اور قائدانہ حیثیت کے مالک تھے اور ان عالی مرتبت افراد میں سے تھے جن کے متعلق کیا گیا ہے باللیل رھبان وبالنہار فرسان ان کی اسی جامعیت اور اوصاف کی وجہ سے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

حضرت درخواستی ؒ کی حیات مقدسہ کے اتنے مختلف گوشے ہیں کہ ہر ایک گوشہ مستقل مضمون اور مقالہ اور مستقل ومفصل تحریر کا محتاج ہے ، مگر اس کے باوجود اس کا نہ حق ادا ہوگا اور نہ آئندہ نسلیں اس کا یقین کر سکتی ہیں کہ واقعی اس پُر فتن دور میں کوئی ایسی فوق العادۃ ہستی تھیں ، مسلمانوں کے زوال وادبار کے دور میں اخلاق کی پستی کے عہد میں ، انتشار واختلاف اور باہمی تشتت وافتراق کے دور میں ، اور اخلاق کے فقدان کے زمانہ میں ایسی محیر العقول جامع کمالات شخصیت کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک کرشمہ تھا ۔

حضرت درخواستی ؒ پر لکھنے والے بہت کچھ لکھیں گے اور الفاظ کی حد تک بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر ان کے مرتبہ ومقام اور روحانیت کی بلند پروازیوں کا ادراک کیونکر ہو سکے گا محمد بن یحییٰ نیشاپوری نے صحیح کہا تھا لا یعرف قدر الغزالی من جاء بعد الغزالی تاج الدین سبکی ؒ نے اس پر مزید یہ اضافہ کیا ہے الا ان یکون مثل الغزالی او فوق الغزالی حضرت ؒ کا ادراکِ نسبت یا ادراکِ کمالات درحقیقت ہم جیسے عقیدتمندوں کا منصب نہیں ہے اور نہ ان کے مریدین وتلامذہ اور جماعتی کارکنوں کے دائرہ علم میں ہے حضرت کی باطنی نسبت کا حق حضرت الامام الاہوری ؒ ، حضرت قائد ملت مولانا مفتی محمود ؒ ، قائد قافلہ مولانا یوسف بنوری ؒ ، مفتی اعظم مفتی محمد شفیع ؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ ہی کو پہنچتا ہے ۔

۱۸۵۷ء کے بعد دارالعلوم دیوبند کے قیام سے جس تعلیمی دینی روحانی اور اجتماعی تحریک کا آغاز ہوا تھا اس کے کئی انقلابوں اور دوروں کی تکمیل شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ ، قائد ملت مولانا مفتی محمود ؒ ، ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی اور قائد شریعت شیخ الحدیث ، مولانا عبدالحق ؒ سے ہو کر بالآخر ۱۴ / ۱۹۱ ء میں حضرت درخواستی ؒ پر اس کی انتہاء ہو گئی ۱۸۵۷ء کے بعد اس کی ابتدائی کڑی حضرت نانوتوی ؒ تھے جس سے اس نئے دور کا آغاز ہوا ، درمیانی کڑی حضرت شیخ الہند ؒ حضرت مدنی ؒ ، حضرت تھانوی ؒ ، حضرت عثمانی ؒ اور حضرت لاہوری ؒ تھے ، مولانا مفتی محمود ؒ ۔ مولانا ہزاروی ؒ اور مولانا عبدالحق ؒ بھی سلسلۂ جہاد کی اہم کڑیاں تھیں ، آخری کڑی حضرت درخواستی ؒ

تھے جو اپنے اسلاف کی طرح بزم علم و عرفان کی شمع روشن، محفل رشد و ہدایت کے صدر نشین میدان خدمت و سیاست کے شہسوار اور علم و عمل کی تمام خوبیوں سے آراستہ تھے الغرض خصائص و کمالات کی ایک دنیا تھی جو اس جسد خاکی میں سمٹ گئی تھی۔

انہیں مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی و شیخ الحدیث قائد شریعت حضرت مولانا عبدالحق سے گہری محبت اور والہانہ تعلق خاطر تھا دارالعلوم کے یوم تاسیس سے وہ اس کی تعلیم و تعمیر، ترقی و کمال اور خدمات پر خوش ہوتے تھے، دارالعلوم کے سالانہ جلسوں میں عوارض و امراض کے باوصف شرکت کو سعادت سمجھتے تھے جامعہ حقانیہ کے فضلاء سے انہیں قلبی شغف تھا یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء جب ان کے ہاں دورۂ تفسیر کے لیے حاضر خدمت ہوتے تو پورے اہتمام اور ذاتی توجہ سے ان کے قیام و آرام کا اہتمام فرماتے ان کی خدمت و ضیافت کی بھرپور تاکید فرماتے، جامع مسجد دارالعلوم کی سنگ بنیاد کی تقریب میں دیگر ارباب دل اور اساطین علم کے ساتھ انہوں نے بڑے اشتیاق و محبت سے شرکت فرمائی تھی ۔۔ جب بھی ان کا صوبہ سرحد کا تبلیغی یا جماعتی دورہ بنتا تو دارالعلوم حقانیہ کے لیے خصوصیت سے وقت نکالتے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے ملاقات و تبادلہ خیال ہوتا، دونوں کی والہانہ ملاقات اور باہمی مذاکرات ایک علمی و دینی اور روحانی کیف ہوتا، منظر دیدنی ہوتا، قرآن السعدین کے اس دلکش نظارے کا تصور اب بھی دل و دماغ کو عجیب فرحت و سرور بخشتا ہے۔ دارالعلوم کے طلبہ کو اپنے علمی اور روحانی ارشادات سے مستفیض فرماتے۔ مئی ۱۹۷۶ء کو دارالعلوم تشریف لائے تو اپنے خطاب میں یہ پیش گوئی کی کہ

"یہاں سے انشاء اللہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اسلامی انقلاب کی لہریں اٹھیں گی۔"

۱۹۷۷ء کے الیکشن میں جب اکابرین جمعیۃ کے اصرار پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق الیکشن لڑ رہے تھے مقابلہ میں وزیر اعلیٰ تھے تمام حکومتی مشینری اور انتظامیہ ان کے اشارۂ ابرو پر چلتی تھی بھٹو مرحوم کی پالیسی کے مطابق چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کو بہر صورت کامیاب کرانا تھا۔ ابتدائی مراحل میں حضرت شیخ الحدیث کے کاغذات کے داخل کرانے اور انہیں ریجیکٹ کرانے میں حکومت کے تمام حربے ناکام رہے مگر پھر بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جس کا دست قدرت ہر ووٹر کی ہر پرچی پر پہنچتا ہو ووٹ کی پرچیاں اس کی چیرہ دستیوں سے کس طرح محفوظ رہ سکیں گی اسی دوران مرد قلندر حضرت درخواستی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، مولانا سمیع الحق مدظلہ کے کمرہ میں مراقبہ کیا اور کہا کہ میں نے حضرت شیخ الحدیث کے مدمقابل وزیر اعلیٰ کو گدھے پر سوار بھاگتے ہوئے دیکھا ہے وہ فرار ہو گیا ہے، گدھے پر سواری ان کے آبائی پیشہ

حُر کاری سے مناسبت تھی پھر ایسا ہی ہوا جو حضرت درخواستیؒ نے پیشین گوئی کی تھی ، تینوں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کامیاب تھے ، سرحد کے وزیراعلیٰ بری طرح ناکام رہے جب بھٹو مرحوم نے ان سے وجہ دریافت کی تو کہنے لگے ، میرا مقابلہ تو پیغمبر سے تھا کس طرح جیت سکتا تھا ۔۔۔ اس طرح حضرت درخواستیؒ کی پیش گوئی پوری ہوئی ۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جب ایوان بالا سینٹ میں ۱۳ جون ۱۹۸۵ء کو شریعت بل پیش کردیا تو آپ دارالعلوم تشریف لائے ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے ان کی بیٹھک میں ملاقات کی اور اصرار کیا کہ مولانا سمیع الحق کو جماعتی کام کے لیے وقف کردیں ۔ اسی روز نماز جمعہ میں خطاب کے دوران فرمایا کہ مجھے لاٹھی دے کر یہاں بھیجا گیا ہے کہ شریعت بل کی مزاحمت کرنے والوں کو اس سے سیدھا کروں ۔

نجی محفل میں فرمایا کہ میں گھر سے مولانا سمیع الحق کی تلاش میں نکلا ہوں میں انہیں ڈھونڈ کر رہوں گا (اس موقع پر مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک میں موجود نہیں تھے) اللہ نے ان سے بڑا کام لینا ہے ، اہل حق کے موقف حقہ کی ترجمانی اور اہل علم کی آبرو کا سوال ہے ۔

پھر حضرت شیخ الحدیثؒ سے بہ اصرار کہا کہ آپ نے بیٹے کو اب جماعتی کام اور نفاذِ شریعت کے تحریک کے لیے وقف کردینا ہے ۔

حضرت درخواستیؒ جو چاہتے تھے بحمد للہ وہی ہوا پورے ملک بلکہ پورے عالم میں شریعت بل کی تحریک سے نظام شریعت کی عظمتیں بلند ہوئیں اور چہار سو نظام اسلامی کی برکتوں کا چرچا رہا ۔

جب مینار پاکستان لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام کے زیراہتمام ۴ مارچ ۱۹۸۷ء کو عظیم الشان تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں چاروں صوبوں سے علماء مشائخ اساطین علم اور ارباب علم و دانش نے شرکت کی تو حضرت درخواستیؒ نے مولانا سمیع الحق کو سٹیج پر بلا کر ان کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دے کر باطل قوتوں کے خلاف مزید برسرپیکار رہنے کے لیے اپنے بھرپور اعتماد اور کمال محبت و شفقت کا اظہار فرمایا اور پھر زندگی کے آخری لمحات تک اپنے اس عہد شفقت و عنایت کو نبھاتے رہے

وہ ہمہ صفت موصوف تھے ، خطیب مدبر ، روحانی پیشوا ، سیاست دان ، عالم دین ، غرض اس پیکر صدق و صفا میں خوبیوں کا اک جہاں آباد تھا سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک سچے اور عظیم مسلمان تھے انہوں نے اپنے عہد میں زندگی کے ہر شعبے کے افراد کو متاثر کیا مختلف الخیال اور متضاد طبیعتوں کے

حامل افراد کو مجتمع کر کے نہ صرف انہیں ہم خیال بنایا بلکہ ان کے قدم ان کے ہاتھ اور افراد و اقوام ملا کر سرفروشوں اور بہادروں کا ایک قافلۂ جمعیتہ تشکیل دیا۔ مگر افسوس کہ اپنے خون سے علماء حق اور اہل دین کی جماعت حقہ کی آبیاری کرنے والوں اور متاع دین و دانش کی حفاظت کے لیے بڑھنے والوں کے سب خوابوں اور دل و جان کے سارے ولولوں، عظیم تاریخی کارناموں اور قربانیوں کو مفادات کی بھینٹ چڑھا دینے کی کوششیں کی گئیں۔

ان کی عظیم مساعی اور ان کا لازوال تاریخی کارنامہ حادثات کی پیداوار سیاسی مخلوق کے شب خون کا شکار رہا۔ اور جس مملکت کے قیام و استحکام اور جس ملت کے اتحاد و عروج کے لیے اور جس گلشن کی آبیاری کے لیے انہوں نے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔ اس کے ضمیر فروش اور چھچھورے حکمرانوں تیرہ باطن تاریخ نویسوں، مفاد پرست سیاسی طالع آزماؤں، قلم فروش صحافیوں اور کرائے کے خود ساختہ رہنمائوں نے انہیں کنج عزلت میں دھکیل دینے کی مذموم کوششیں کیں مگر۔ ؎

فالخیل واللیل والبیداء تعرفنی
والسیف والرمح والقرطاس والقلم

حضرت درخواستیؒ کو زندگی کے آخری سالوں میں بہت سی نادیدنیوں اور ناخوشگواریوں سے گزرنا پڑا جس میں انہیں جماعتی انتشار، افتراق دھڑے بندیوں اور لادینی قوتوں کی سیاسی سازشوں کے المناک اور اندوہناک مناظر بھی دیکھنے پڑے۔

شاطر اور عیار حکمرانوں اور مغرب کے دلدادہ سیاست دانوں نے ہر ممکن حربے اور مکر و فریب سے حضرت درخواستیؒ کو اپنے اکابر اور سلف صالحین کی سیاسی بصیرتوں اور رہنما خطوط سے ہٹا کر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں، اقتدار اور مفاد پرستانہ مغرب کی لادین سیاست کی راہ پر چلانے کے لیے سازشیں کیں، کئی تانے بانے بنے گئے دجل و فریب کا ہر داؤ پیچ کھیلا مگر حضرتؒ زندگی کے آخری سانس تک جس موقف پر قائم تھے قائم رہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت الامام الاہوریؒ، حضرت قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ، ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے دور میں جمعیتہ کے لیے جو دینی اور سیاسی لائحہ عمل منشور اور کام کے خطوط وضع ہوئے تھے اس پر وہ خود بھی چلتے رہے اور مقدور بھر جماعت کو بھی چلاتے رہے۔ جماعتی اتحاد اور ملی وحدت کے لیے سیاسی شہرتوں، جاہ و منصب کی عظمتوں قیادت اور سربراہی کی سیادتوں اور صدارت و امارت کے

عہدوں کو آڑے نہیں آنے دیا خود شان بوذری لیے ہوئے تھے، پالیسی کی یقین دہانی پردہ ان تمام مناصب کو یکلخت ترک کر دینے پر ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

یسا اوقات اپنے مہربانوں کے بھی پیہم ظلم و ستم، بے وفائیوں اور چیرہ دستیوں کے باوصف، اپنی آزادی رائے، اپنے اقوالِ رشد و ہدایت اور اپنے پیغام اور دعاؤں اور قولی و عملی جہاد سے اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے رہے مخالفت و مزاحمت کے طوفانوں میں چراغ حق جلائے رکھا۔ جس کی حقیقت افروز روشنیوں کے سامنے شرارِ بولہبی ہمیشہ دم توڑتے اور خائب و خاسر ہوتے رہے۔

حضرت درخواستی کی وفات سے ایک عہد اور ایک تاریخ اور ایک صدی کا خاتمہ ہوگیا ان کا سب سے بڑا کارنامہ ملک بھر میں دینی مدارس کا قیام و استحکام سرپرستی و معاونت اور خاص کر جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم، تحریک قیادت، امارت اور سرپرستی ہے، الامام الاہوریؒ کی وفات سے لے کر اب تک جمعیۃ علماء اسلام نے ان کی رہنمائی قیادت اور امارت میں مؤثر کردار ادا کیا۔

انہوں نے ہر موڑ اور ملکی سیاست کے ہر مرحلہ میں جمعیۃ کی دینی سیاست اور اسلامی تشخص کو بچانے اور برقرار کے لیے بنیادی اور بھرپور کردار ادا کیا شریعت بل کی تحریک چلی تو دہ ہوا کے رخ میں بہنے اور لادین سیاست دانوں کے وطیرے اختیار کرنے کے بجائے بغیر کسی لومۃ لائم کے خوف کے اس کی حمایت و منظوری اور اس کے حق میں تحریک چلانے کے موقف پر ڈٹ گئے۔ اسی مقصد کے حصول اور تکمیل کے لیے انہوں نے جمعیۃ کی قیادت کی نازک اور عظیم ذمہ داری کے لیے مولانا سمیع الحق کو منتخب کیا۔ پھر ان کا یہ تعلق مولانا کے انتخاب یا ان کو ذمہ داری سونپ دینے تک محدود نہیں رہا بلکہ وہ ہر میدان اور ہر محاذ پر مولانا کے ساتھ عملاً شریک رہے۔ متحدہ شریعت محاذ، جہاد افغانستان .... اسلامی جمہوری اتحاد، آل پارٹیز نفاذ شریعت کانفرنس، متحدہ علماء کونسل، تحریک نفاذ شریعت، متحدہ دینی محاذ۔ الغرض جناب مولانا سمیع الحق کے مختلف دینی و سیاسی اور اتحادی محاذوں کے سٹیج سے نفاذ شریعت کی جدوجہد پر نہ صرف خوش ہوتے رہے، بلکہ اپنی دعاؤں، توجہات اور شب و روز کی ہدایات اور پیغامات اور خطابات و بیانات میں ان کی بھرپور تائید و حمایت بھی کرتے رہے اور تادم واپسیں اس موقف حق پر قائم رہے۔

الغرض مرد قلندر حضرت درخواستیؒ اسلام کی حقانیت کے ترجمان اور علمی و روحانی دنیا کا سرمایہ افتخار تھے ان کا بدل اور نظیر چراغ رے کر ڈھونڈھنے سے بھی نظر نہیں اسلے گا۔ کہ اس دور میں ایسے وسیع النظر، حق پرست اور اتحاد امت کے داعی علماء تو کیا ان سے بہت کم درجے کے اصحاب علم و دانش کا وجود بھی عنقا بنتا چلا جا رہا ہے حق تعالیٰ حضرت درخواستیؒ کو ان کی علمی اور روحانی عظمتوں کی طرح وہاں بھی بلند اور ارفع درجات سے نوازے اور ان کی برکات سے ان کی اولادِ صالح پسماندگان، متعلقین و متوسلین اور جماعتی کارکنوں کو سرفراز فرما دے۔

اللهم افض عليه من شابيب رحمتك وعفوك وادخله الجنة و استقبنا من علومه وبركاته۔ ۔ امین

(عبدالقیوم حقانی)